Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ

الفضل ربوہ

ایڈیٹر: نسیم سیفی

فون ۴۴۹

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۴۰/۷۵ | سوموار ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ، ۵ نبوت ۱۳۶۹ ہش، ۵ نومبر ۱۹۹۰ء | نمبر ۱۹۹

اخبار احمدیہ

ربوہ حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم محترم سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے اعجازی رنگ میں بہتر ہو رہی ہے۔

جملہ احباب اپنی خاص دعاؤں میں حضرت سیدہ ممدوحہ کو یاد رکھیں۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و رحم سے جلد اور کامل شفاء عطا کرے۔ اور صحت و تندرستی والی طویل عمر سے نوازے۔

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"انسان کو چاہیئے کہ مایوس نہ ہووے۔ گناہوں کا حملہ سخت ہوتا ہے اور اصلاح مشکل نظر آتی ہے۔ مگر گھبرانا نہیں چاہیئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو بڑے گنہگار ہیں۔ نفس ہم پر غالب ہے۔ ہم کیونکر نیکو کار ہو سکتے ہیں۔ ان کو سوچنا چاہیئے کہ (صاحب ایمان) کبھی نا امید نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے نا امید ہونے والا شیطان ہے اور کوئی نہیں۔ (صاحب ایمان) کو کبھی بزدل نہیں ہونا چاہیئے۔ گو کیسا ہی گناہ سے مغلوب ہو۔ پھر بھی خدا تعالےٰ نے انسان میں ایک ایسی قدرت رکھی ہے کہ وہ بہرحال گناہ پر غالب آ ہی جاتا ہے۔ انسان میں گناہ سوز قوت خدا تعالےٰ نے رکھی ہے جو اس کی فطرت میں موجود ہے۔"

(ملفوظات جلد دہم صـ ۹۴)

"خدا تعالےٰ کا شکر ہے کہ قرآن شریف نے ایسا خدا پیش نہیں کیا جو ایسی ناقص صفات والا ہو کہ نہ وہ رُوحوں کا مالک ہے نہ ذرّات کا مالک ہے نہ اُن کو نجات دے سکتا ہے نہ کسی کی توبہ قبول کر سکتا ہے بلکہ ہم قرآن شریف کی رُو سے اس خدا کے بندے ہیں جو ہمارا خالق ہے۔ ہمارا مالک ہے۔ ہمارا رازق ہے۔ رحمان ہے۔ رحیم ہے۔ مالک یوم الدین ہے (ایمان والوں) کے واسطے یہ شکر کا مقام ہے کہ اس نے ہم کو ایسی کتاب عطا کی جو اس کی صحیح صفات کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔"

(ملفوظات جلد دہم صـ ۹۸)

اعلان ولادت

○ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے مکرم حبیب الرحمٰن غوری صاحب کو پہلا بچہ عطا فرمایا ہے۔ نومولود کا نام حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالےٰ نے وجیہ الرحمٰن عطا فرمایا ہے۔ نومولود مکرم قاضی منیر احمد صاحب پرنٹر روزنامہ الفضل و مینجر ضیاء الاسلام پریس ربوہ کا نواسہ اور مکرم ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب اتالیق کا پوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ نومولود کو اپنے فضل سے صحت و تندرستی والی عمر عطا کرے اور نیک اور خادم دین بنائے۔

قابل اور مستند اساتذہ کی فوری ضرورت

جماعت احمدیہ کے ایسے بی اے، بی ایس سی، بی ایڈ یا کوئی اور تعلیمی ٹریننگ کی ڈگری یا ڈپلومہ رکھنے والے نوجوان یا ریٹائرڈ افراد (مرد و خواتین) جو نرسری سکولوں میں بچوں کی تعلیم و تدریس کی قابلیت یا تجربہ رکھتے ہوں نیز خدمت سلسلہ کا ولولہ اور شوق بھی رکھتے ہوں۔

حسب ذیل کوائف کے ساتھ نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ ربوہ کو فوری طور پر مطلع فرما دیں۔ جن کو خدمت کے لئے منتخب کیا جائے گا۔ انہیں اُن کی تعلیمی اسناد اور قابلیت کے مطابق مشاہرہ دیا جائے گا۔

رہائش کا انتظام اُن کا اپنا ہو گا۔ انٹرویو کے لئے اپنے خرچ پر آنا ہو گا۔ حسب ذیل کوائف بھجوانے ضروری ہیں۔

1. نام
2. ولدیت
3. پورا پتہ
4. تمام تعلیمی اسناد و سرٹیفکیٹ یا ڈپلوماز کی فوٹو سٹیٹ نقول بالخصوص میٹرک کی سند کی نقل۔

یہ درخواستیں ۳۰ نومبر ۱۹۹۰ء تک ضرور بھجوا دی جائیں۔

ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ ربوہ

دوسروں کی عیب چینی کی بجائے اپنی اصلاح کی کوشش کرو

اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الاوّل) اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو

"عیب شماری کی طرف ہر وقت متوجہ رہنا ٹھیک نہیں کچھ اپنی اصلاح بھی چاہیئے۔ ہمیشہ کسی دوسرے کا عیب چینی سے پہلے اپنی گذشتہ عمر پر نگاہ ڈالو کہ ہم نے اتباعِ رسول پر کہاں تک قدم مارا اور اپنی زندگی میں کتنی تبدیلی کی ہے ایک عیب کی وجہ سے ہم کسی شخص کو بُرا کہہ رہے ہیں کیا ہم میں بھی کوئی عیب ہے یا نہیں اور اگر اس کی بجائے ہم میں یہ عیب ہوتا اور ہماری کوئی اس طرح پر غیبت کرتا تو ہمیں بُرا معلوم ہوتا یا نہیں۔ حضرت صاحب کے زمانہ میں کسی نے ایک شخص کو جھوٹا کہہ دیا اس پر وہ بہت جھنجھلایا کہ اوہ ہم جھوٹے ہیں؟ فرمایا کیا اس شخص نے کبھی جھوٹ نہیں بولا جو اتنا ناراض ہو رہا ہے اسے چاہیئے تھا کہ اپنی پچھلی عمر کا مطالعہ کرتا اور دیکھتا کہ آخر کبھی تو میں نے جھوٹ بولا اور خدا نے ہمیشہ ستاری کی ہے پس اب کسی کے کہنے پر میں کیوں اتنا ناراض ہو رہا ہوں۔

لوگ من گھڑت اصول بنا لیتے ہیں اور پھر ان پر کسی کی صداقت کو پرکھتے ہیں مثلاً یہ کہ ہم فلاں شخص کی پیٹھ کے پیچھے ہو کر درود پڑھیں گے اگر ولی ہوا تو ضرور اپنی پیٹھ پھیر بیٹھے گا حالانکہ یہ ان کی صریح غلطی ہے اس طرح تو کوئی ولی امام صلوٰۃ نہیں بن سکتا بلکہ صف اوّل میں کھڑا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ لوگ اس کی پیٹھ کے پیچھے درود پڑھیں گے۔

مَیں نے ریل میں کسی کو نکتہ معرفت سُنایا مگر اس نے توجہ نہ کی بلکہ کہا کہ آپ کو قرآن شریف نہیں آتا مطلب یہ تھا کہ علم تجوید و قرأت کے مطابق آیت کو نہیں پڑھا۔ پس مَیں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ معائب کی طرف خیال نہ کرو بلکہ خوبیوں کو دیکھو۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جنوری ۱۹۰۹ء)

جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بھی نہیں کرتا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل
ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع : ضیاء الاسلام پریس ۔ ربوہ
مقام اشاعت : دار النصر غربی ۔ ربوہ

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۵ ، نبوت ۱۳۶۹ ہش ۵ ، نومبر ۱۹۹۰ء

بُرائی کو کچلنے کی ضرورت

ہو سکتا ہے کہ آپ کو اپنے قرب میں کوئی بہت بڑی بُرائی نظر نہ آتی ہو ۔ کوئی ہو ہی نہ یا آپ کو اس کا علم نہ ہو ۔ اور اس لئے آپ کسی سے کچھ نہ کہتے ہوں ۔ لیکن ایک بات ذہن میں رکھنے والی ہے ۔ بُرائی بھی ایک بیج کی طرح اگتی ہے ۔ اور بیج اُگنے سے پہلے نظروں سے اوجھل ہوتا ہے ۔ چونکہ زمین میں ڈالے ہوئے بیج کو اُگانا مقصود ہوتا ہے ۔ اس لئے بیج نظر نہ آنے کے باوجود اس کو حسب ضرورت پانی دیا جاتا ہے ۔ زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی سہی ۔ چونکہ بُرائی بھی ایک بیج کی طرح اُگتی ہے اور اسے اگانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ اسے کچلنا مقصود ہوتا ہے اسلئے برائی نظر نہ آنے کے باوجود اس کو کچلنے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔

بعض اوقات یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ چھوٹی سی تو بات ہے اس کا کیا ہے خود ہی ختم ہو جائیگی ۔ اسکے پیچھے کیا پڑ جائیں یہ خیال درست نہیں ہے ۔ آپکو کیا معلوم اس چھوٹی سی بات کا رُخ کس طرف ہے ۔ ختم ہونے کی طرف یا پھیلنے کی طرف ۔ اگر پھیلنے کی طرف رُخ ہوا تو اس پھیل جانے والی برائی پر قابو پانا بہت مشکل ہو جائے گا اس لئے بات چھوٹی ہو یا بڑی ۔ بُری ہے تو اسے ختم کرنے کی کوشش کیجئے ۔ اسے سر نہ اٹھانے دیجئے ۔

اس سلسلہ میں ایک اور بات بھی قابل غور ہے اور وہ یہ کہ بعض اوقات ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں تو اس برائی کی ہوا بھی نہیں لگ رہی ہم کیوں پریشان ہوتے پھریں ۔ لیکن کون جانے کہ جس چیز کی ہوا بھی نہیں لگ رہی وہ آندھی بن کر آپکی طرف آ جائے اور آپ اس آندھی کی لپیٹ میں آ جائیں ۔

ان تمام باتوں کے پیش نظر ۔ اور ایسی ہی دیگر باتوں کے پیش نظر بھی ۔ ہم سب کیلئے یہ ضروری ہے کہ ہم ہر برائی ۔ چھوٹی یا بڑی ۔ کو روکنے کی کوشش کریں ۔ اسے سر نہ اٹھانے دیں ۔ اسے نہ کسی اور کو متاثر کرنے دیں اور نہ اپنے آپ کو ۔ اس کا ایک ذریعہ تو یہ ہے کہ سوچئے ۔ غور کیجئے اور سب کو بتائیے اور بتاتے رہیئے کہ برائی ہے کیا ۔ اور اس سے رُکا کس طرح جا سکتا ہے ۔ یہ بھی سب سے کہئے کہ ہر چھوٹی برائی کل کو بڑی برائی بن سکتی ہے ۔ اس لئے کسی بُرائی کو چھوٹی نہ سمجھیں ۔ کسی بُرائی سے درگزر نہ کریں ۔ کوشش کریں کہ کوئی بھی بُرائی میں ملوث نہ ہو ۔ سب کا رجحان نیکی کی طرف ہو ۔ سب نیکیوں کی طرف قدم ماریں اور ہم سب مل جُل کر ایک معاشرہ بنا سکیں ۔

آپ کی بد دُعا سے کچھ نہ بنا
آپ کو بھی تو اب ندامت ہے
اور میری دُعا کا ہے یہ اثر
میرے ماحول میں محبت ہے

ــــــ ابوالاقبال

آج کے انسان سے چند سوال

تم کو عروج بخشا تھا پیارے خدا نے کیوں؟
تذلیل تم نے اپنی کرائی تھی کس لئے ؟

تم کو محبتوں کے دیئے کیوں تھمائے تھے ؟
دل میں تمہارے جوت جگائی تھی کس لئے ؟

بخشی تھی آنسوؤں کی نمی کس لئے تمہیں ؟
دل میں تمہارے پریت بسائی تھی کس لئے ؟

بُت بن کے دیکھنا تھا جو انسان کا زوال ؟
پھر راہ بلندیوں کی سُجھائی تھی کس لئے ؟

تم کس لئے جہان میں آئے تھے ساتھیو ؟
بندہ تھا کون اور خدائی تھی کس لئے ؟

شعلوں کا رقص بھی جو دکھانا تھا ساتھیو ؟
پھولوں کی سیج تم نے سجائی تھی کس لئے ؟

گر چاند پر پہنچ کے بھی اندھے ہی تم رہے ؟
پھر جان و دل کی بازی لگائی تھی کس لئے ؟

تم دائروں میں گھوم رہے کیوں ہو ساتھیو ؟
رب نے ہلا دیا تھا خدائی تھی کس لئے ؟

دل توڑنا تھا سہل تمہیں اس قدر اگر ؟
جاں دوستی کی بھینٹ چڑھائی تھی کس لئے ؟

دیوار نفرتوں کی ہی کافی تھی بیچ میں !
دیوارِ چین تم نے بنائی تھی کس لئے ؟

گر فاصلوں کو پاٹ کے ملنا نہ تھا بہم ؟
پھر راستوں کی اوٹ ہٹائی تھی کس لئے ؟

انسانیت کی لاش پہ کرنا نہیں تھا بَین !
پھر شور کس لئے تھا ۔ دُہائی تھی کس لئے ؟

للہ مجھے بتاؤ کہ کیا کر رہے ہو تم ؟
غیرت نہیں تھی گر تو دکھائی تھی کس لئے ؟

گر خواب دیکھنے تھے حکومت کے روز و شب ؟
سجدہ میں پھر جبین جُھکائی تھی کس لئے ؟

گر ہولناک جنگ سے کرنا ہی تھا تباہ ؟
جنّت سی ایک دنیا بسائی تھی کس لئے ؟؟؟

ڈاکٹر فہمیدہ منیر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارشادات سیدنا حضرت فضل عمر

اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے۔

تلقین عمل

حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) نے خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اپریل ۱۹۳۸ء میں فرمایا:

آج کل یورپ میں ایک بہت بڑی انجمن ہے جس کی نہ صرف یورپ میں بلکہ سارے ایشیا میں شاخیں ہیں۔ روٹری کلب اس کا نام ہے اور لاکھوں اس کے ممبر ہیں۔ یہ کلب امریکہ سے شروع ہوئی تھی۔ پہلے اس میں صرف ۳ آدمی شامل تھے۔ لوگ ان سے مخول کرتے۔ انہیں پاگل اور احمق قرار دیتے۔ مگر وہ خاموشی سے اپنے کام میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ سال دو سال کے بعد سات آٹھ ممبر ہو گئے۔ اور پھر تین چار سال کے بعد تو سینکڑوں تک نوبت پہنچ گئی۔ اب اسے قائم ہوئے غالباً ۲۰۔۲۵ سال گزر چکے ہیں اور اس کے لاکھوں ممبر یورپ اور ایشیا میں موجود ہیں۔ تو یہ خیال پیدا ہو جانا کہ ہماری مجلس میں کم آدمی شامل ہیں زیادہ شامل ہونے چاہئیں۔ یہ بھی بتاتا ہے کہ مخفی طور پر دل میں شہرت کی خواہش ہے۔ ورنہ مقصد ہو تو تعداد کا خیال بھی دل میں نہ آئے اور میں سمجھتا ہوں بجائے اس کے کہ وہ تعداد بڑھانے کے شوق میں کام نہ کرنے والوں کو اپنے اندر شامل کریں جنہیں بعد میں نکالنا پڑے۔ یہ زیادہ بہتر ہے کہ صرف کام کرنے والوں کو اپنے اندر شامل کیا جائے۔ اور جو کام کرنے کا شوق نہیں رکھتے انہیں شامل نہ کیا جائے کیونکہ اندر سے گند کا نکالنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ لیکن باہر سے گند نہ آنے دینا بہت آسان ہوتا ہے۔ پس ان کو اپنے نمونے سے ایک نیک مثال قائم کرنی چاہئے۔ پھر خود بخود نوجوانوں کے دلوں میں تحریک پیدا ہو گی۔ اور وہ بھی ان کے کام میں شریک ہونے کی خواہش کریں گے۔ کیونکہ وہ دیکھیں گے کہ باوجود کام کرنے کے یہ زندہ اور ہشاش بشاش ہیں۔ پھر ہمارا کیا بگڑتا ہے اگر ہم بھی کام کریں اور نیک نامی حاصل کریں دنیا میں کئی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم نے اتنا وقت فلاں کام کے لئے دے دیا تو دوستوں سے گپیں ہانکنے کے لئے ہمارے پاس کوئی وقت نہیں رہے گا۔ اور اس طرح ہماری بشاشت اور زندہ دلی ماری جائے گی۔ مگر جب وہ دیکھتے ہیں کہ کام کرنے والوں کے چہرے بھی ویسے ہی ہشاش بشاش ہیں اور پھر زائد بات یہ ہے کہ انہیں لوگوں میں نیک نامی حاصل ہے تو پھر وہ بھی سمجھتے ہیں کہ دوستوں میں بیٹھ کر دو دو چار چار گھنٹے گپیں ہانکنے کی نسبت یہ بہتر ہے کہ خدمت خلق کا کوئی کام کیا جائے۔

پس افراد کا ان کو کوئی خیال نہیں کرنا چاہئے۔ جو شخص ان کی مجلس میں شامل نہیں ہوتا اس کے متعلق انہیں کوئی شکوہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ اپنا عملی نمونہ بہتر سے بہتر دکھانا چاہئے۔ اگر تم نوجوانوں کے لئے کامل نمونہ بن جاؤ تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ تم سے نہ ملیں۔ وہ اگر نہ ملیں تو تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ تمہارے نمونہ میں کوئی نقص ہے۔ یہاں بھی اور باہر کی جماعتوں میں بھی کئی غربا ہوتے ہیں۔ کئی بیمار ہوتے ہیں جنہیں کوئی دوائی لا کر دینے والا نہیں ہوتا ہے۔ کئی بیوائیں ہوتی ہیں جنہیں سودا سلف لا کر دینے والا کوئی نہیں ملتا۔ آخر یہ کتنی بے شرمی کی بات ہے کہ ایک شخص بازار میں کسی دوکان پر یا اپنے کسی دوست کے مکان پر بیٹھ کر دو دو تین تین گھنٹے گپیں مارتا چلا جاتا ہے مگر جب اسے کہا جاتا ہے کہ آؤ اور خدمت خلق کے لئے تھوڑا سا وقت دو تو وہ کہنے لگ جاتا ہے کیا کروں۔ بڑا کام ہے۔ ذرا بھی فرصت نہیں ملتی۔ حالانکہ جس وقت وہ گپیں مار رہا ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے نہایت ہی قیمتی وقت کا خون کر رہا ہوتا ہے اس وقت اس کے محلہ میں ایک بیوہ عورت کے بچے بلک بلک کر رو رہے ہوتے ہیں اور اس کے پاس کوئی ایسا شخص نہیں ہوتا جو اسے آٹا لا کر دے یا دال لا کر دے۔ آخر یہ لوگ خدا کو کیا جواب دیں گے۔ کیا جس وقت وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی وقت نہیں تھا اس وقت خدا یہ نہیں کہے گا کہ تیرے پاس دو گھنٹے گپیں ہانکنے کے لئے تو تھے مگر تجھے ۱۵ منٹ کی فرصت نہیں تھی کہ تو اس بیوہ کے بچوں کے لئے سودا لا کر دے دیتا۔ تو تم اپنا عملی نمونہ جس وقت لوگوں کے سامنے پیش کرو گے یہ ناممکن ہے کہ لوگ تم میں شامل ہونے کی خواہش نہ کریں۔ یہ سلسلہ تو خدا کا ہے اور اس میں اس کے وہ بندے شامل ہیں جن کو خدا نے اپنی رضا کے لئے چن لیا۔ میں کہتا ہوں ایک کافر سے کافر بھی نیک نمونہ دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حضرت (امام جماعت اول۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے ایک استاد مولوی رحمت اللہ صاحب تھے۔ جو بعد میں مدینہ چلے گئے۔ وہ بڑے نیک اور بزرگ تھے مگر عیسائی مذہب سے انہیں کوئی واقفیت نہ تھی۔ ایک دفعہ عیسائیوں کے ساتھ ان کا مباحثہ قرار پایا۔ ان کے مقابلے میں جو پادری تھا وہ بڑا ہوشیار اور عالم تھا۔ مگر یہ صرف قرآن اور حدیث جانتے تھے۔ اور چونکہ دانا اور سمجھدار تھے اس لئے کہتے تھے کہ اگر میں نے قرآن اور حدیث کو اس کے سامنے پیش کیا تو وہ کہہ دے گا کہ میں ان کو نہیں مانتا۔ دلیل ایسی چاہئے جسے یہ بھی تسلیم کرے۔ اور وہ مجھے آتی نہیں۔ آخر کہنے لگے لوگوں سے کیا کہنا ہے آؤ خدا سے دعا کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے دعا کی۔ رات کو گیارہ بجے کے قریب ان کے دروازے پر کسی نے دستک دی تو انہوں نے دروازہ کھولا۔ تو ایک شخص جبہ پہنے ہوئے اندر داخل ہوا۔ اور کہنے لگا۔ صبح آپ کا فلاں پادری سے مباحثہ ہے۔ میں بھی پادری ہوں مگر میں سمجھتا ہوں کہ توحید کے معاملہ میں آپ حق پر ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ بعض حوالے نوٹ کر لیں کیونکہ ممکن ہے ان حوالوں کا آپ کو علم نہ ہو۔ چنانچہ اس نے تمام حوالے لکھوا دئے۔ اور صبح جب مناظرہ ہوا تو وہ پادری یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ انہیں تو کسی حوالہ کا علم نہ تھا۔ اب یہ کیا ہوا کہ یہ کہیں یونانی کتب کے حوالے دے رہے ہیں تو کہیں عبرانی کتب کے حوالے پڑھ رہے ہیں۔ کہیں انگریزی کتب سے اقتباس پیش کر رہے ہیں تو کہیں بائبل سے توحید کی تعلیم سنا رہے ہیں۔ غرض انہوں نے زبردست بحث کی اور اس پادری کو سخت شکست اٹھانی پڑی۔ اسی طرح وہ روزانہ رات کو آتا اور حوالے لکھا جاتا اور صبح آپ خوب دھڑلے سے پیش کرتے۔ بعد میں یہ مباحثہ انہوں نے کتابی صورت میں بھی شائع کر دیا اور مظاہر الحق اس کا نام رکھا ہندوستان میں لوگوں نے اس کتاب سے بڑا فائدہ اٹھایا ہے۔ اب دیکھو اس پادری کی طبیعت پر حق کا اثر تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ آج حق مظلوم ہے تو اس کی حمایت کا اسے جوش آ گیا اور اس نے کہا۔ آج کہیں توحید شکست نہ کھا جائے۔ چنانچہ وہ رات کو آتا اور حوالے لکھا جاتا۔ اور گو وہ لوگوں سے چھپ کر آیا مگر بہرحال آتو گیا۔ تو جب کوئی شخص نیک کام کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود بخود لوگوں کے دلوں میں تحریک پیدا کر دیتا ہے اور وہ اس کی تصدیق اور تائید کرنے لگ جاتے ہیں۔ پس قادیان کے نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ اپنا نیک نمونہ دکھائیں۔ خصوصیت سے میں مجلس خدام الاحمدیہ کے اس رکن کو مخاطب کرتا ہوں جس نے مجھے خط لکھا اور میں اسے کہتا ہوں کہ تم بھول جاؤ۔ اس امر کو کہ قادیان میں کوئی اور شخص بھی ہے۔ تم سمجھو کہ صرف تم پر ہی اس کام کی ذمہ داری عائد ہے۔ کیونکہ وہ شخص ہرگز (ایمان لانے والا) نہیں ہو سکتا جو کہتا ہے میری یہ ذمہ داری ہے اور فلاں کی وہ ذمہ داری ہے (ایمان لانے والا) وہ ہے جو سمجھتا ہے کہ صرف اور صرف میری ذمہ داری ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتا ہے کہ ہم تجھ سے پوچھیں گے کسی اور سے نہیں مگر اس سے مراد بھی صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ ہر ایمان لانے والا مراد ہے اور خدا تعالیٰ کہتا ہے میں تم میں سے ہر شخص سے یہ سوال کروں گا کہ تم نے کیا کیا۔

حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ اپریل ۱۹۳۸ء میں فرمایا۔

میں امید کرتا ہوں کہ یہاں کی مجلس خدام الاحمدیہ بھی اور بیرونی جماعت کی مجالس بھی اس اصول کے ماتحت اپنے کام کو محنت سے سرانجام دیں گی اور خدمت خلق کے کام کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھیں گی۔ میں نے بارہا بتایا ہے کہ خدمت خلق کے کام میں جہاں تک ہو سکے وسعت اختیار کرنی چاہئے۔ اور مذہب اور قوم کی حد بندی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہر مصیبت زدہ کی مصیبت کو دور کرنا چاہئے خواہ وہ ہندو یا عیسائی ہو یا سکھ۔ ہمارا خدا رب العالمین ہے۔ اور جس طرح اس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ اسی طرح اس نے ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کو بھی پیدا کیا ہے۔ پس اگر خدا ہمیں توفیق دے تو ہمیں سب کی خدمت کرنی چاہئے۔ یہاں قادیان میں بعض مجبوریوں کی وجہ سے ہم عارضی طور پر ہندوؤں سے سودا نہیں خریدتے مگر بیسیوں ہندو اور سکھ ہمارے پاس امداد کے لئے آتے رہتے ہیں اور ہم ہمیشہ ان کی امداد کرتے رہتے ہیں۔ ایک دفعہ کانگریس کی ایک مشہور لیڈر یہاں آئیں اور انہوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ یہاں کے ہندوؤں کو بہت تکلیف ہے۔ میں نے کہا میں ایسی بیسیوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مثالیں دے سکتا ہوں کہ جب یہ ہندو میرے پاس آئے اور میں نے ان کی امداد کی اور ان پر بڑے بڑے احسان کئے چنانچہ بعض واقعات میں نے انہیں بتائے بھی وہ میری باتیں سن کر حیران ہو گئیں اور کہنے لگیں یہ بات ہے۔ میں نے کہا آپ ان سے پوچھ لیجیئے۔ کیا آیا فلاں فلاں مواقع پر میں نے ان کی مدد کی ہے یا نہیں اور اب بھی میں ان کے ساتھ موقعہ ملنے پر حسنِ سلوک ہی کرتا ہوں مگر انہوں نے پھر ہندوؤں سے پوچھا نہیں یا شائد میری بات پر ہی اعتماد کر لیا یا انہیں پوچھنے کا موقعہ نہ ملا۔ تو حسنِ سلوک میں کسی مذہب کی قید نہیں ہونی چاہیئے۔ اور جو شخص بھی اس قسم کے حسن سلوک میں مذہب کی قید لگاتا اور اپنے ہم مذہبوں کی خدمت کے کام کرنا تو ضروری سمجھتا مگر غیر مذہب والوں کی خدمت کرنا ضروری نہیں سمجھتا وہ اپنا نقصان آپ کرتا ہے۔ اور دنیا میں لڑائی جھگڑے کی روح پیدا کرتا ہے۔ پھر جو دعوت الی اللہ کرنے والی جماعتیں ہوتی ہیں۔ ان کے لئے یہ بہت ضروری ہوتا ہے کہ وہ ساری قوموں سے حسنِ سلوک کریں اور کسی کو بھی اپنے دائرہ احسان سے باہر نہ نکالیں۔ تا تمام قومیں ان کی مداح بنیں۔ پس وہ خدمت خلق کے کاموں میں مذہب و ملت کے امتیاز کے بغیر حصہ لیں۔ اور جماعت کے جو اغراض اور مقاصد ہیں ان کو ایسی وفاداری کے ساتھ لے کر کھڑے ہو جائیں کہ خدا تعالیٰ کے راستے میں ان کے لئے اپنی جان قربان کر دینا کوئی دوبھر نہ ہو۔ جب کسی قوم کے نوجوانوں میں یہ روح پیدا ہو جائے کہ اپنے قومی اور مذہبی مقاصد کی تکمیل کے لئے جان دے دینا وہ بالکل آسان سمجھنے لگیں۔ اس وقت دنیا کی کوئی طاقت انہیں مار نہیں سکتی۔ جس چیز کو مارا جا سکتا ہے وہ جسم ہے۔ مگر جس شخص کی روح ایک خاص مقصد لے کر کھڑی ہو جائے اس روح کو کوئی فنا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا بلکہ ایسی قوم کا اگر ایک شخص مرے تو اس کی جگہ دس پیدا ہو جاتے ہیں۔ میں ہمیشہ یہ سمجھا کرتا ہوں کہ قصے کہانیوں میں جو یہ ذکر آتا ہے کہ فلاں نے ایک دیو مارا تو اس کے خون کے قطروں سے دس دیو اور پیدا ہو گئے یہ ذہنی قتل کے ناممکن ہونے کو ایک تمثیل کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اس میں یہی بتایا گیا ہے کہ جب کسی قوم کے ذہن میں راسخ طور پر کوئی نیک عقیدہ پیدا ہو جائے اس وقت اسے کوئی قتل نہیں کر سکتا اور اگر اس قوم کے کسی فرد پر کوئی شخص ہاتھ اٹھاتا ہے اور اسے قتل کرتا ہے تو اس کی موت ایسی شاندار موت ہوتی ہے کہ ہزاروں اس کے قائم مقام پیدا ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں ہمیشہ یہ نظارہ نظر آیا ہے اور اب بھی یہ نظارہ نظر آ سکتا ہے بشرطیکہ ہمارے نوجوان بھی روح اپنے اندر پیدا کریں پھر نہ انہیں وطن میں کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اور نہ غیر ملک میں ان کو کوئی مٹا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ اس روح کے نتیجے میں وہی لوگ بن جائیں گے جن کو اسی دنیا میں خدا تعالیٰ ایسی زندگی دے دیتا ہے جس پر موت نہیں آتی اور ایسی حیات دے دیتا ہے جس پر فنا طاری نہیں ہوتی۔

حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ اپریل ۱۹۳۸ء میں فرمایا۔ غلامی کی ذہنیت جن لوگوں کے اندر پیدا ہو جائے وہ کبھی کوئی بڑا کام نہیں کر سکتے۔ فاتح اقوام ہمیشہ اس کوشش میں رہتی ہیں کہ غیر حکومتوں کے مقابلہ میں ہماری تجارت اعلیٰ ہو۔ غیر حکومتوں کے مقابلہ میں ہماری دفاعی کوششیں مضبوط ہوں۔ غیر حکومتوں کے مقابلہ میں ہمارا تعلیمی معیار زیادہ بلند ہو۔ غیر حکومتوں کے مقابلہ میں ہماری صنعت و حرفت نہایت بلند پایہ ہو۔ اسی طرح اور بیسیوں باتیں ہیں جو ان کے دلوں میں جوش پیدا کرتی رہتی ہیں اور ہر سال ان باتوں پر جھگڑے رونما ہوتے رہتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں قوم میں بیداری اور بلند خیالی پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر غلام قوم کے معنے یہ ہیں کہ اس کی تمام جدوجہد صرف اس امر پر آ کر ختم ہو جاتی ہے کہ مزدوری کی اور پیٹ پال لیا یا مدرسے گئے اور تعلیم حاصل کر لی۔ بظاہر یہ ایک آرام کی زندگی نظر آتی ہے۔ مگر دماغی لحاظ سے قتل عامہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ تمام قوم کا ذہن مردہ کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ قوم مفلوج ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس کی مثال بالکل اس طوطے کی سی ہو جاتی ہے جسے کئی سال تک پنجرے میں بند رکھنے کے بعد جب آزاد کیا جاتا ہے تو وہ اِدھر اُدھر پھدک کر پھر پنجرے ہی میں آ بیٹھتا ہے۔ کیونکہ اُڑنے کی ہمت اس میں باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح غلام قوموں میں سستی اور غفلت کو امن اور آرام سمجھا جاتا ہے۔ اور امنگوں کا فقدان اس قوم میں اطمینان قرار پاتا ہے۔ جب ان میں سے کوئی شخص یہ کہہ رہا ہوتا ہے۔ کہ میں بڑے اطمینان کی زندگی بسر کرتا ہوں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرا دل امنگوں سے بالکل خالی ہے اور جب وہ یہ کہتا ہے کہ دیکھو مجھے کیسا امن اور چین نصیب ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر قسم کی جدوجہد اور ترقی کے راستے مسدود ہو چکے ہیں۔ غرض ان عیوب اور نقائص کو دور کرنا بھی ہمارے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ ہمیں جو تعلیم دی گئی ہے۔ وہ انسانی اُمنگوں اور جذبات کو کچلتی نہیں بلکہ انہیں بڑھاتی اور ترقی دیتی ہے۔ وہ تعلیم ہمیں یہی بتاتی ہے کہ خدا نے کسی انسان کو غلام نہیں بنایا اور نہ کوئی انسان کسی دوسرے کو غلام بنا بھی نہیں سکتا۔ جب تک وہ خود غلام نہ بن جائے۔ اس تعلیم کے ماتحت ہمیں یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ ترقی کا جب کوئی ایک راستہ ہمارے لئے مسدود ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ بعض اور راستے ہمارے لئے کھول دیتا ہے اور اگر ہم ان راستوں کو اختیار کریں تو بالکل ممکن ہے کہ جو آج ہم پر افسر ہیں وہ کل ہمارے غلام ہو جائیں مثلاً انہیں ذرائع میں سے ایک ذریعہ (دعوت الی اللہ) ہے یا اپنی اخلاقی برتری کا ثبوت مہیا کرنا ہے۔ دنیا میں اخلاقی برتری کے ہوتے ہوئے کبھی کوئی قوم غلام نہیں ہو سکتی۔ غلام وہی قوم ہو گی جو اخلاق میں بھی پست ہو گی۔ ہمارے ملک میں عام طور پر انگریزوں کو برا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اگر ان بعض خیالات اور عقائد کو مستثنیٰ کر کے جن میں ہمارا اور ان کا اختلاف ہے اور جن میں ہم انہیں غلطی پر سمجھتے ہیں عملی رنگ میں ان کو دیکھا جائے تو ایک ہندوستانی اور انگریز میں زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ ایک انگریز کی کوشش اس کی جدوجہد اس کی قربانی اور اس کا ایثار اتنا نمایاں ہوتا ہے کہ ایک ہندوستانی کی جدوجہد کی اس سے کوئی نسبت ہی نہیں ہوتی۔ وہ یورپ سے چلتے اور ہندوستان میں آ کر سالہا سال تک تبلیغ کرتے ہیں۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ یہ پادری کیا ہیں۔ انگریزوں نے انہیں اپنے سیاسی غلبہ کے حصول کا ایک ذریعہ بنایا ہوا ہے پھر اگر ان کی تبلیغ کا ذکر آئے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ اجی ان کی تبلیغ ان کے اپنے فائدے کے لئے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ اپنے فائدہ کے لئے جو قربانیاں کرتے ہیں کیا اس قسم کی قربانیاں ایک ہندوستانی نہیں کر سکتا؟ وہ چالیس چالیس پچاس پچاس بلکہ ساٹھ ساٹھ سال تک ہندوستان میں رہتے ہیں۔ یہیں بوڑھے ہوتے اور یہیں مر جاتے ہیں۔ اور واپس جانے کا نام تک نہیں لیتے۔ مگر ایک ہندوستانی یا تو وہ آوارہ ہو کر گھر سے نکلے گا یا اگر آوارہ نہ ہو گا تو غیر ملک میں جانے کے چند سال کے بعد ہی شور مچانا شروع کر دے گا۔ کہ مجھے واپس بلوا لو۔ غرض یا تو وہ آوارہ ہو کر گھر سے نکلتا ہے اور اگر آوارہ ہو کر گھر سے نہیں نکلتا تو غیر ممالک میں ہمیشہ بے کل رہتا اور واپسی کے لئے کوشش کرتا رہتا ہے۔ اس کے مقابلے میں یوروپین قومیں آوارہ ہو کر اپنے ممالک سے نہیں نکلتیں۔ وہ کام کے لئے نکلتی ہیں اور پھر جب کسی دوسرے ملک میں اپنا کام شروع کر دیتی ہیں تو گھبراتی نہیں۔ اور جو تکلیف بھی انہیں برداشت کرنی پڑے اسے خوشی سے برداشت کرتی ہیں مگر یہ نتیجہ ہے ان کی آزادی اور حریت کا اور ہمارے آدمیوں کی سُستی اور غفلت نتیجہ ہے ان کی غلام ذہنیت کا۔ اگر یہ ذہنیت مٹ جاتی اور وہ سمجھ لیتے کہ ترقی کا صرف ایک ہی ذریعہ نہیں ہوتا بلکہ اور بھی بیسیوں ذرائع خدا تعالیٰ نے مقرر کئے ہوئے ہیں تو وہ سُستی اور غفلت میں مبتلا ہونے کی بجائے جدوجہد کرتے اور ایثار و قربانی سے کام لیتے اور پھر دیکھتے کہ اس کے کیسے خوشگوار نتائج نکلتے ہیں۔ ویسے ہماری جماعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب ایک ایسا طبقہ پیدا ہو چکا ہے۔ جو یہ آواز سنتے ہی کہ آؤ اور خدمت دین کے لئے اپنی زندگی وقف کر دو۔ نہایت خوشی اور بشاشت کے ساتھ اپنی زندگی وقف کر دیتا ہے اور غیر ممالک میں نکل جاتا ہے۔ چنانچہ بعض تو بغیر کسی سرمایہ کے غیر ممالک میں کام کر رہے اور نہایت اچھا نمونہ دکھا رہے ہیں۔ تو مجالس خدام الاحمدیہ کے قیام کی غرض یہ ہے کہ نوجوانوں کے سامنے وہ مقاصد رکھے جائیں جن کے بغیر ان میں ارتقائی روح پیدا نہیں ہو سکتی اور جن کے بغیر جماعت کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس وقت ایک ذہنی آزادی عطا کی ہوئی ہے اور وہ یہ کہ ہم میں سے ہر شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ تھوڑے عرصے کے اندر ہی (خواہ ہم اس وقت تک زندہ رہیں یا نہ رہیں لیکن بہر حال وہ عرصہ غیر معمولی طور پر لمبا نہیں ہو سکتا) ہمیں تمام دنیا پر نہ صرف عملی برتری حاصل ہو گی بلکہ سیاسی اور مذہبی برتری بھی حاصل ہو جائے گی۔ اب یہ خیال ایک منٹ کے لئے بھی کسی سچے احمدی کے دل میں غلامی کی روح پیدا نہیں کر سکتا۔

بچے قوم کی امانت ہیں۔ ان کی حفاظت ہمارا فرض ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شذرات

نون - سین

بدلتا ہوا کینیا

کینیا کے صدر آرپ موئی کو اصرار ہے کہ ان کا ملک فی الحال کسی سیاسی تبدیلی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ یہاں ایک پارٹی سسٹم رائج ہے اور بعض لوگ اسکے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔ گذشتہ ایام میں بعض نمایاں افراد کی موت کو اسی مسئلے کے ساتھ منسلک کیا جا رہا ہے۔

جو کمیٹی اس بات کیلئے قائم کی گئی ہے کہ وہ موجودہ سیاسی بحران کے متعلق غور کر کے مشورہ دے اسکی رپورٹ جاری ہوتے ہی امید کی جاتی ہے کہ مغربی دنیا کی عالمی تنظیمیں اپنی رائے پیش کریں گی۔

کینیا کو آزاد ہوئے ۲۷ سال ہو گئے ہیں اور معاشی اور سماجی ترقی کے سلسلے میں افریقہ بھر میں اسکا نام سرِفہرست سمجھا جاتا ہے۔ کینیا کی حکومت ایک پارٹی سسٹم پر چلنے کے باوجود مارکسزم کی طرف مائل نہیں ہوئی حکومت کا فوج پر مضبوط ہاتھ ہے اور قومی ادارے حکومت کی زیرِ نگرانی خاصے مستحکم ہیں۔ بیرونی ممالک کی سرمایہ کاری بھی تسلی بخش ہے۔ اسکے ہمسائے میں تنزانیہ اقتصادی طور پر بہت گرا اور یوگنڈا میں خانہ جنگی کے ذریعے خاصی مشکلات پیدا ہوئیں۔ لیکن کینیا نے اپنی مضبوط پالیسی کے ذریعے برطانیہ کی سب سے زیادہ امداد حاصل کی۔ برطانیہ کی طرف سے ۲ ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کی جا چکی ہے۔ گذشتہ ماہ امریکہ نے کینیا کو سات ارب ڈالر دئے اور اب جاپان اس سے بھی زیادہ امداد دے رہا ہے اور ان امدادی رقوم میں فرانس اور مغربی جرمنی بھی اپنا اپنا حصہ ڈال رہے ہیں۔ ملک کی مستحکم حکومت ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ ٹورازم کی صنعت بہت زیادہ فروغ پا رہی ہے اور فارن ایکسچینج سب سے زیادہ ٹورازم سے ہی حاصل کیا جا رہا ہے۔ ۱۹۸۹ء میں ۳۵۵ ملین حاصل ہوئے۔

نیروبی سارے افریقہ میں عالمی کانفرنسوں کے لئے سب سے زیادہ آگے آگے رہا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے اب ایک سے زیادہ پارٹیوں کی حکومت کے لئے کوشش جاری ہے اور اسطرح لوگ اس بات کا تقاضا کر رہے ہیں اور مغربی سفارتکاروں اور سرمایہ کاروں کیلئے جو بات تکلیف دہ ہے وہ یہ ہے کہ کینیا کی حکومت اپنے مخالفین کو انکے خیال میں ضرورت سے زیادہ زور سے دبا رہی ہے۔ گذشتہ جولائی میں ملک گیر فسادات ہوئے جسمیں تقریباً ایک درجن افراد مارے گئے۔ فوج نے لوگوں پر حملے کئے اور جو لوگ سرکاری زمینوں پر بیٹھے ہوئے تھے ان کو سختی سے کچلنے کی کوشش کی گئی۔ اب ان باتوں کے نتیجے میں اقتصادیات کسی قدر کمزور پڑنی شروع ہو گئی ہے۔ لوگوں کو زیادہ تر اس بات پر توجہ پیدا ہو رہی ہے۔ کہ ایک پارٹی سسٹم ختم کیا جائے۔ انسانی حقوق بحال کئے جائیں۔ کرپشن کو ختم کیا جائے۔ اقربا پروری کو ترک کیا جائے اور زمینیں جو سرکاری افسر اپنے رشتہ داروں کے نام لگوا رہے ہیں۔ وہ بھی واپس کی جائیں۔ سچ تو یہ ہے کہ گذشتہ ۳۰ سال میں کینیا بہت حد تک بدل چکا ہے اب یہاں ایک اچھی خاصی لکھی پڑھی مڈل کلاس موجود ہے۔ اور اگر موجودہ حالات کو بہتر بنانا ہے تو وہ کمیٹی جو غور و فکر کے لئے مقرر کی گئی ہے اسے چاہئیے کہ وہ لکھے پڑھے لوگوں سے رابطہ پیدا کر کے صحیح نتائج پر پہنچنے کی کوشش کرے۔

خروشیف کی "بازیابی"

سوویت یونین کے نکیتا خروشیف کو ۱۹۶۴ء میں ان کے عہدہ سے برخاست کر دیا گیا تھا۔ اسکے بعد وہ ماسکو کے قریب ہی ایک بستی میں اپنی زندگی گذارتے رہے اور ان ایام میں اپنے ماضی کا ریکارڈ ایک ٹیپ کے ذریعے موجود رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان کا خیال تھا کہ اب ان کی زندگی میں سوائے ان کے ماضی کے اور کچھ نہیں اور وہ اس ماضی کی داستان کو کسی نہ کسی طرح آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ۷ سال تک سینکڑوں گھنٹوں کی ریکارڈنگ کی اور اسکے علاوہ دو مختصر سی کتابیں ایک ۱۹۷۰ء میں اور دوسری ۱۹۷۳ء میں شائع کیں۔ اور ان کے ذریعے اپنے خیالات اور اپنی زندگی کے حالات لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کی۔ چونکہ انہوں نے اس ریکارڈنگ میں بہت سی باتیں اسوقت کے زندہ لوگوں کے متعلق کہی تھیں اور بہت سے حالات ایسے تھے جنہیں حکومت کے راز کہہ کر حکومت ان پر ہاتھ ڈال سکتی تھی۔ چنانچہ یہ ٹیپس TAPES خفیہ رکھے گئے اور آج تک خفیہ رہے اب ایک تو اس لئے کہ گورباچوف کی پالیسی زیادہ لبرل ہے اور دوسرے اس لئے کہ عوام الناس ان کے خیالات کو جاننے کی شدید خواہش رکھتے تھے۔ وہ ٹیپ سرِعام آ گئے ہیں۔ ان ٹیپس میں جو کچھ کہا گیا ہے ان سے اقتباسات امریکہ کے ہفت روزہ ٹائم نے شائع کئے ہیں ہم اپنی آئندہ کی اشاعتوں میں ان اقتباسات میں سے بعض باتیں اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے۔ اُمید ہے کہ ان باتوں میں دلچسپی لی جائے گی اور ایک عہد کے متعلق سوچ بچار کا موقعہ ملے گا۔ ان ٹیپس کو مکمل صورت میں عنقریب شائع کیا جائے گا انہیں GLASSNOT TAPES کہا گیا ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اپنی زندگی میں یا اپنے دورِ اقتدار میں جو اصلاحات وہ کرنا چاہتے تھے۔ اس کا نام انہوں نے پیرا سٹرائیکا بھی رکھا ہے۔ یہ وہ لفظ ہے جو آج کل میخائل گورباچوف کی اصلاحی پالیسیوں کے متعلق سننے میں آتا ہے۔ ان ٹیپس میں بہت سے رازوں پر سے پردہ اٹھایا گیا ہے اور اسوقت کے عمائدین سوویت یونین کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔

تار برقی

آج سے ڈیڑھ سو سال قبل ایک ہی وقت میں برطانیہ، جرمنی اور امریکہ میں تار برقی جیسی کسی چیز کی ایجاد کی کوششیں ہو رہی تھیں امریکہ کے سموئیل فنلے بریز مورس جو آخر کار کامیاب ہوئے امریکہ کے رہنے والے تھے

مورس ۱۷۹۱ء میں چارلس ٹاؤن میساچیوسٹس میں ایک عیسائی مشنری کے ہاں پیدا ہوئے تھے۔ ابتداً انہوں نے ییل یونیورسٹی (YALE UNIVERSITY) میں کیمسٹری اور الیکٹریکل سائنسز کی تعلیم حاصل کی لیکن وہ مشہور بطور آرٹسٹ (ARTIST) کے ہوئے۔ انہوں نے پریذیڈنٹ جیمز مونرو اور فرانس کے ایک لارڈ مارکوئی ڈے لیفائیٹ کی تصاویر سے مشہوری حاصل کی لیفائیٹ نے برطانیہ کے خلاف امریکہ کی مدد کر کے ان کی آزادی میں آسانی پیدا کی تھی باوجود اسکے کہ مورس خاصے مشہور آرٹسٹ تھے۔ ان کی آمدنی اتنی کم تھی کہ وہ ہمیشہ روپے کی کمی کی وجہ سے پریشان رہتے تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے یورپ کے کئی ممالک کا دورہ کیا اور ایک دفعہ دورے سے امریکہ واپس جاتے ہوئے انہوں نے جہاز پر کچھ ایسی باتیں سنیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تاروں کے ذریعے آواز پہنچائی جا سکتی ہے۔ یعنی لوگ اس بات پر غور کر رہے تھے کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے چنانچہ ان لوگوں نے جو یہ باتیں کر رہے تھے۔ اس بات کا تذکرہ کیا کہ ایک جگہ سے کسی آلے کے ذریعے دوسری جگہ جو وہاں سے خاصی دور ہو گھنٹی بجائی جا سکتی ہے۔ جب مورس نے اس طرح گھنٹی بجائے جانے کے متعلق سُنا تو انہیں تجسس پیدا ہوا کہ اگر گھنٹی بج سکتی ہے تو حروف کی آواز بھی آ سکتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے آہستہ آہستہ تجربات کرتے ہوئے اس میں کامیابی حاصل کر لی۔ اس سلسلے میں انہوں نے تار برقی کے حروفِ تہجی بھی بنائے جنکی نقطوں اور ڈیش پر بنیاد تھی۔ اور ایسا کرنے کے لئے انہوں نے سب سے زیادہ اس بات پر غور کیا کہ یہ دیکھا جائے کہ انگریزی زبان میں کون سا حرف زیادہ استعمال ہوتا ہے تاکہ اسکے لئے جو علامت رکھی جائے وہ سب سے چھوٹی علامت ہو۔ بہر حال مورس نے تار برقی کا نظام قائم کر لیا۔ ایک دفعہ روپے کی کمی کی وجہ سے مورس کو کانگرس سے بھی استدعا کرنی پڑی کہ وہ کچھ رقم اس کام کے لئے انہیں عنایت کرے چنانچہ ان کی سکیم کو آگے بڑھانے کے لئے کانگریس نے ۳۰ ہزار ڈالر دے دیئے۔ مورس نے پہلی تار برقی کی لائن واشنگٹن اور بالٹی مور کے درمیان لگائی ان دونوں شہروں کا فاصلہ ۶۰ کلومیٹر ہے۔ یہ ۱۸۴۴ء کی بات ہے۔ جب انہوں نے اس تار پر بجلی کے ذریعے سے ایک پیغام دوسری جگہ بھیجا۔ پہلے تو لوگ اسکو صحیح طور پر سمجھ نہ سکے لیکن جب اس سارے عمل کو سمجھ لیا گیا تو نیویارک ہیرلڈ نے لکھا کہ اس زمانے کی سب سے اہم ایجاد تار برقی ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اتنی مفید ہونے کے باوجود آغاز میں اس کا فروغ نہایت مشکل مراحل سے گذرا کیونکہ جہاں پر یہ تاریں لگائی گئیں وہاں زمینداروں نے اسکی مخالفت کی اور کہا کہ اسکی وجہ سے ماحول کی ساری بجلی ضائع ہو جاتی ہے اور موسم پر اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ یہ جو کافی عرصے سے بارش نہیں ہوئی یہ اسی تار برقی کا نتیجہ ہے۔ ان کا یہ بھی خیال تھا کہ ان تاروں کی وجہ سے زمین کی طاقت کم ہو جاتی ہے اور فصلیں اچھی طرح نہیں اُگتیں۔ لیکن آہستہ آہستہ یہ سلسلے

باقی صفحہ 8 پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سارس۔ ایک تجربہ

(گاڑی)

اس وقت بڑے شہروں میں ٹریفک کی جو پوزیشن ہے۔ اسے دیکھ کر متوسط طبقہ اکثر یہ خواہش کرتا ہے کہ چھوٹی سی گاڑی مل جائے تو فاصلے بھی آسانی سے طے ہو سکیں اور کام میں بھی کچھ آسانی پیدا ہو جائے۔ لیکن متوسط طبقے کے لئے چھوٹی گاڑی کا بھی خریدنا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ اسوقت پاکستان میں جو چھوٹی سوزوکی تیار کی جارہی ہے۔ اسکی قیمت ایک لاکھ پینتیس ہزار روپے ہے یا شاید اس سے بھی زیادہ لیکن اس یا ایسی ہی دیگر گاڑیوں کی مشکل یہ ہے کہ انکے سپیئر پارٹس باہر سے منگوانے پڑتے ہیں اور وہ اتنے مہنگے ملتے ہیں کہ متوسط طبقہ کے لوگ ان اخراجات کو برداشت نہیں کر سکتے۔ آخر جو گاڑی حقیقتاً باہر کی ہو گی۔ اور اسے صرف جوڑا یہاں جائے گا۔ اسکے پارٹس کی قیمت تو وہی رہے گی جو بیرونی ملکوں سے درآمد کرنے پر ادا کرنی پڑتی ہے عظیم قدوائی ہمیں بتاتے ہیں کہ ۱۹۸۵ء میں جب ڈاکٹر خورشید احمد قریشی جو پاکستانی نژاد ہیں اور گاڑیوں کے میدان میں بہت بڑے ماہر مانے جاتے ہیں۔ امریکہ سے پاکستان ایک سائنس کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔ تو ان کے ساتھ ایک مقامی گاڑی کی تیاری کے مسئلے پر بات چیت ہوئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب موصوف امریکہ کی گاڑیوں کی ایک بہت بڑی فرم میں ایڈوانز وہیکل انجینئرنگ سیکشن کے منیجر تھے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اس گفتگو کے دوران متعدد سستی گاڑیوں کی ساخت کے بلیو پرنٹ دکھائے جن میں یہاں خاصی دلچسپی کا اظہار کیا گیا۔ ۱۰۰ سے ۲۰۰ سی سی انجن اور ۱۰ ہارس پاور کی گاڑی کے متعلق اسوقت یہ اندازہ لگایا گیا کہ اگر پاکستان میں تیار کی جائے تو ۱۱۵۰ ڈالر یعنی ۲۵۰۰۰ روپے میں فروخت کی جا سکے گی۔ جو اس سے زیادہ آرام دہ اور بڑی گاڑی بنائی جا سکتی تھی۔ اسکی قیمت کا اندازہ ۷۰۰۰۰ روپے لگایا گیا۔ لیکن عظیم قدوائی کے مطابق اس گفتگو کے بعد مزید کوئی کارروائی نہیں ہو سکی۔ اب وہ این۔ ای۔ ڈی یونیورسٹی کراچی کے تین طالبعلموں سے ملے۔ دراصل یہ گروپ ہے تو چار کا لیکن اسوقت چوتھا طالب علم موجود نہیں تھا۔ ان طالب علموں نے خاصی تحقیق کے بعد ایک مقامی گاڑی تیار کی ہے۔ یہ گاڑی خاصی سستی ہے اور اسے عالمی انڈسٹریل نمائش میں اسلام آباد میں گذشتہ جون دکھایا گیا تھا۔ بڑے شہروں کی اور خاص طور پر کراچی کی سڑکوں کا اسوقت جو حال ہے۔ اسکے پیش نظر متوسط طبقہ کے لوگوں کو سستی گاڑی کی ضرورت ہے۔ بیرونی گاڑیاں بے شک یہاں جوڑی جائیں لیکن ان کی قیمت کسی قدر کم ہونے کے باوجود ان کے سپیئر پارٹس باہر سے منگوانے کی وجہ سے رننگ کاسٹ (RUNNING COST) خاصی زیادہ پڑ جاتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اگر پاکستان میں مقامی گاڑی بنانیکی کوشش کیجائے تو اس کوشش میں خاصی دلچسپی کا اظہار کیا جائے گا۔ اب ان چار طالب علموں نے ایک گاڑی بنا تو لی ہے۔ لیکن اسکو مارکیٹ میں لانے کیلئے ابھی بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے اور ان میں سے تین نوجوانوں کے ارادے باہر جاکر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے ہیں۔ اس لئے گاڑی کے سلسلے میں مزید کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ یہ بات تو سامنے آگئی کہ مقامی طور پر ایک ایسی گاڑی تیار کی جاسکتی ہے۔ جسکی مارکیٹ پرائس زیادہ سے زیادہ پچاس ہزار روپے ہو اور جو ایک چھوٹی فیملی کیلئے کفایت کر سکے جب ۱۹۸۵ء میں ڈاکٹر خورشید قریشی سے اس سلسلے میں بات ہوئی تھی۔ تو اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ یہاں چھوٹی گاڑی تیار کی جاسکتی ہے۔ جسکی مارکیٹ ... ی وسیع ہوگی۔ این۔ ای۔ ڈی کے طالب علموں کی یہ کوشش جس کا نتیجہ مقامی طور پر بنائی گئی پہلی گاڑی ہے۔ خاصی داد و تحسین کی مستحق ہے۔ اس گاڑی کا نام ان چار طلبا نے اپنے ناموں کے پہلے حروف کے ساتھ رکھا ہے۔ ان کے نام ہیں شتاب احمد رضوی۔ امیر اختر ہاشمی۔ رشید احمد بٹ اور شفیق الرحمن۔ جہاں تک اس کے انجن کا تعلق ہے۔ یہ ایک مقامی صنعت کار سے انہیں ملا تھا۔ اس صنعت کار نے پاکستان میں پک اپ بنانی شروع کی ہوئی ہے۔ یہ کار ۶۰۰ سی سی ہے اور ۳۷ ہارس پاور۔ اسکے علاوہ باقی سب کچھ ان طالب علموں نے ڈیزائن کیا ہے۔ یہ دو دروازوں کی گاڑی ہے۔ اور اسمیں چار بالغ افراد بیٹھ سکتے ہیں۔ اور اسکی رفتار ۱۲۰ کلومیٹر تک جاسکتی ہے۔ اسکا مکمل وزن ۹۵۰ کلوگرام ہے پٹرول کے استعمال کے سلسلے میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک لیٹر میں ۱۶ کلومیٹر کا سفر طے کیا جاسکتا ہے۔ اس گاڑی کے بنانے میں ۲۵۰۰۰۰ روپے صرف ہوئے ہیں لیکن جب ہزاروں کی تعداد میں یہ گاڑی بنائی جائے گی تو اس کا خرچ ۲۰ سے ۳۰ فیصد تک کم ہو جائے گا اور مارکیٹ میں اسے آسانی سے کم قیمت پر فروخت کیا جاسکے گا۔ اس گاڑی کے بنانے میں ان طالب علموں کو جو مشکلات پیش آئیں وہ خاصی زیادہ تھیں۔ انہوں نے اس گاڑی کو کراچی کی پک اپ فیکٹری میں بنانا شروع کیا۔ وہاں اگرچہ تمام کارندے تعاون کرتے تھے لیکن فیکٹری کے پاس جدید مشینری موجود نہ ہونے کی وجہ سے انہیں متعدد مشکلات پیش آئیں۔ چنانچہ انہیں دو مہینے کے لئے اسلام آباد جانا پڑا کیونکہ پک اپ بنانے کا ایک حصہ اسلام آباد میں زیر عمل ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ ان طالبعلموں نے اس گاڑی میں دوسری گاڑیوں سے زائد بعض باتیں شامل کرنا چاہی تھیں لیکن وقت کی کمی کے باعث وہ ایسا نہ کر سکے۔ مثلاً ایک تو وہ اسے خودکار جیک سسٹم دینا چاہتے تھے۔ اور اسی طرح اسکی چابی کو کوڈ لاک بنانا چاہتے تھے۔ اور کار پارکنگ کیلئے بھی خودکار روشنی کا سسٹم شامل کرنے کے خواہاں تھے۔ لیکن یہ گاڑی ان تمام چیزوں سے عاری ہے۔ کیونکہ انہیں اتنا وقت ہی نہیں ملا۔ کہ وہ یہ چیزیں تیار کر کے گاڑی میں شامل کر سکتے۔

این۔ ای۔ ڈی۔ ہی کے طالبعلموں کے ایک گروپ نے اس سے پہلے ایک اور کام کیا تھا جو خاص طور پر داد و تحسین کا مستحق ہے۔ اور وہ تھا ایک آفتابی کار کا بنانا۔ اس کا نام انہوں نے "سولر سامبا" رکھا۔ یہ بھی ایک مقامی کوشش کا نتیجہ تھا سوائے ان چیزوں کے جو آفتابی بنانے کیلئے انہیں باہر سے منگوانی پڑیں۔ اسے پٹرول کی بجائے سولر انرجی سے چلایا جانا تھا۔

سارس گاڑی اس بات کی دلیل ہے۔ کہ مشکلات کے باوجود جن میں فنڈز کی کمی اور سہولتوں کا نہ ہونا شامل ہیں۔ مقامی گاڑی بنائی جاسکتی ہے۔ این۔ ای۔ ڈی یونیورسٹی نے اسکے لئے کوئی فنڈز مہیا نہیں کئے تھے۔ بنانے والوں نے مختلف صنعت کاروں سے چندہ حاصل کر کے اخراجات پورے کئے۔ عظیم قدوائی کہتے ہیں کہ جو لوگ یونیورسٹیوں میں تحقیقات کو اس لئے آگے نہیں بڑھاتے کہ ان کے خیال میں فنڈز مہیا نہیں کئے جا سکتے۔ انہیں سارس گاڑی کے بنائے جانے کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ گویا عظیم قدوائی کے خیال میں اور یہ خیال بہت حد تک درست ہے۔ انسان کوشش شروع کر دے تو آہستہ آہستہ فنڈز بھی فراہم ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اور کام اپنی تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگ دل لگا کر اور لگن سے ایسے کاموں کے پیچھے پڑ جائیں۔

اطلاعات و اعلانات

درخواست دعا

○ مکرم چوہدری محمد حسین صاحب چک نمبر ۲۶ ، ج ب کلاں فیصل آباد کی آنکھ کا اپریشن ہوا ہے۔

○ مکرم عبدالرحیم صاحب (فور مین PAF کراچی) کو ۱۰ اکتوبر کو دل کا دورہ پڑا تھا۔ اب ہسپتال سے گھر آگئے ہیں۔

○ مکرم منور شاہ صاحب موضع چھنیاں کی والدہ محترمہ نظامی بیگم صاحبہ بیمار ہیں۔

○ مکرم محمد رفیع صاحب زراتی۔ ربوہ کی اہلیہ محترمہ ثریا آصفہ صاحبہ کو لاہور میں شدید چوٹیں آئی ہیں۔ وہ شاہدرہ میں زیر علاج ہیں۔

○ مکرم منصور احمد صاحب (ناظم امور طلباء کراچی) ایم بی بی ایس فائنل میں اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہو گئے ہیں۔

○ مکرم عبداللطیف اوورسیر کی اہلیہ محترمہ کی ٹانگ کی ہڈی گرنے کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے۔ فضل عمر ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔

احباب ان سب کے لئے دعا کریں۔

سیکرٹریان تعلیم متوجہ ہوں

تمام جماعتوں کے سیکرٹریان تعلیم فوری طور پر دفتر نظارت تعلیم سے رابطہ کریں۔ نیز جب بھی ربوہ آئیں تو دفتر تشریف لا کر ملیں۔

ناظر تعلیم

صدر انجمن احمدیہ۔ ربوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

واقفینِ نَو

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام واقفینِ نَو کو صحت و تندرستی کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے اور وہ بڑے ہو کر خود اپنے آپ کو وقف کے لئے پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں۔

سلمیٰ احمد بنت مکرم ٹی۔ ایم۔ محمد صاحب
چیلاکرہ۔ صوبہ کیرالہ۔ انڈیا

سید محی الدین ابن مکرم سید فیروز الدین صاحب
قادیان

ہشام احمد ابن مکرم محمد اصغر صاحب
بڈھال سیالکوٹ

شرجیل احمد ابن مکرم داؤد احمد صاحب
دارالعلوم جنوبی ربوہ

ماریہ انجم بنت مکرم شاہ ناصر احمد صاحب
گیا۔ بہار۔ انڈیا

صبغۃ النور بنت مکرم چوہدری النور احمد صاحب
چک 5/3-1 ضلع جھنگ

سید ذیشان اقبال ابن مکرم سید محمد اقبال صاحب
شاہ مسکین۔ ضلع شیخوپورہ

رانا عدنان احمد ابن مکرم رانا مبشر احمد صاحب مبشر
چک 167/N.P ضلع رحیم یارخاں

رانا نعمان آصف ابن مکرم رانا محمد آصف صاحب قمر
چک نمبر ۹۷ھ۔ ضلع جھنگ

باسل احمد ابن مکرم مبشر احمد صاحب شاہد مربی سلسلہ
کراچی

ایاز احمد ابن مکرم افضال احمد صاحب
دارالیمن ربوہ

فیض احمد ابن مکرم رائے سردار بخش صاحب
چک ۱۲۶/۱۷ ضلع سرگودھا

محمد رفیق ابن مکرم محمد صدیق صاحب
دارالنصر غربی ربوہ

قیصر محمود ملک ابن مکرم سعید احمد ملک صاحب
کوارٹر تحریک جدید ۵۷ ربوہ

مدثر سلام ابن مکرم محمد عبید اللہ صاحب
آندھرا پردیش۔

لئیق احمد ابن مکرم شفیق احمد صاحب
کوریل۔ کشمیر

عقیل احمد شاہد ابن مکرم عبدالغفار صاحب
دارالفضل ربوہ

داؤد احمد ابن مکرم محمود احمد صاحب
دارالصدر غربی ربوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خوب سوچ سمجھ کر نکاح کا معاملہ کیا کرو

ارشاد سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الاوّل) اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو

"نکاحوں کے معاملات میں بعض لوگ پہلے بڑے لمبے چوڑے دعوے دیا کرتے ہیں کہ ہم ایسا کریں گے اور تم کو اس طور پر خوش کرنے کی کوشش کریں گے اور یہ کریں گے وہ کریں گے مگر جب یہ معاملہ پیش آجاتا ہے تو پھر مشکلات پیش آجاتی ہیں اور بدعہدی کرنی پڑتی ہے اس واسطے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پہلے ہر ایک بات کو اچھی طرح سے سوچ لو اور بڑا سوچ سمجھ کر نکاح کا معاملہ کیا کرو اور اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں تبدیلی اور اصلاح کرے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے رسول اللہؐ کا کہا مانتا ہے اصل میں وہی اچھی طرح سے بامراد اور کامیاب ہوتا ہے۔"

(خطبہ فرمودہ ۱۳؍ ستمبر ۱۹۰۷ء)

تقریری مقابلہ سالانہ اجتماع

انصار اللہ ۱۳۶۹ھش / ۱۹۹۰ء

قیادت تعلیم کے زیر اہتمام مجلس انصار اللہ پاکستان کے سالانہ اجتماع ۱۳۶۹ھش / ۱۹۹۰ء کے موقع پر انصار کے مابین ایک تقریری مقابلہ منعقد ہوگا۔ اس مقابلہ کے لئے عناوین مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ سیرت طیبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۔ صداقت حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ۔

۳۔ صبر و استقامت۔

ہر مقرر کو چار سے پانچ منٹ دیئے جائیں گے۔

ناظمین اضلاع / زعماء کرام علاقائی اور مقامی اجلاس میں تقریری مقابلے منعقد کرا کے دو بہترین مقررین کو مرکزی مقابلہ میں بھجوائیں گے۔

(قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان ربوہ)

براہ کرم اس بات کو مدنظر رکھیں کہ جب بھی آپ دفتر وصیت سے خط و کتابت کریں یا چندہ حصہ آمد و حصہ جائیداد جمع کرائیں تو وصیت نمبر ضرور لکھا کریں۔ اسی طرح جب آپ کا پتہ تبدیل ہو تو نئے ایڈریس سے دفتر وصیت کو فوری آگاہ کریں۔

بقیہ: صٓ ۵ سے آگے

خیالات ختم ہو گئے اور تار برقی کا استعمال زیادہ سے زیادہ ہونے لگا۔ اس سلسلے میں مورس کو ایک خاص مشکل کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ وہ یہ کہ جب اُنہوں نے تار برقی کا نظام قائم کر دیا تو دوسرے لوگوں نے جنہوں نے اسی سمت میں کوششیں کی تھیں ان پر مقدمات دائر کر دیئے کہ وہ دراصل نظام تار برقی کے موجد نہیں ہیں۔ چنانچہ خاصی دیر تک انہیں عدالتوں کے چکر بھی لگانے پڑے لیکن آخر کار امریکہ کی سپریم کورٹ نے فیصلہ دے دیا کہ تار برقی کے نظام کے اصل موجد مورس ہی ہیں۔

سیموئل مورس ۲؍ اپریل ۱۸۷۲ء کو فوت ہوئے اور ان کے فوت ہونے کی خبر انہیں کی ایجاد کے ذریعے دنیا بھر میں نہایت سرعت کے ساتھ پھیل گئی۔

دانتوں کا معائنہ مفت

احمد ڈینٹل کلینک

طارق مارکیٹ اقصیٰ چوک ربوہ

اوقات کار: ۳½ شام تا ۷ بجے

ڈینٹسٹ۔ رانا مدثر احمد

خبریں

ملکی خبریں

○ پاکستان کی قومی اسمبلی کے افتتاحی اجلاس میں ۱۳۵ ارکین اسمبلی نے حلف اٹھا لیا۔ پی ڈی اے سے تعلق رکھنے والے اپوزیشن کے ارکین اسمبلی نے اپنے ایک ساتھی مسٹر آصف علی زرداری کو حلف برداری کے لئے پیش نہ کرنے پر تقریب حلف برداری کا بائیکاٹ کیا اور کہا کہ جب تک آصف زرداری کو پیش نہیں کیا جاتا بائیکاٹ جاری رہے گا۔ حکومتی بنچوں کی طرف سے اس امر کی یقین دہانی کرائی گئی کہ آصف زرداری کو پیش کر دیا جائے گا۔

○ آئی جے آئی نے سپیکر کے عہدے کے لئے مسٹر اسلم خٹک کو نامزد کر دیا ہے

○ پی ڈی اے کے واک آؤٹ پر میاں نواز شریف نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ آصف زرداری کو بروقت لے آیا جاتا تو بہتر ہوتا۔

○ محترمہ بے نظیر بھٹو کو قومی اسمبلی میں اپوزیشن کی قائد منتخب کر لیا گیا ہے۔

○ محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ نواز شریف سخت گیر منتظم نوجوان اور محنتی ہیں کام چلانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

○ سندھ کے وزیر اعلیٰ جام صادق علی اور بلوچستان کے سابق وزیر اعلیٰ مسٹر اکبر بگٹی دونوں کے صاحبزادے قومی اسمبلی میں اپوزیشن کے بنچوں پر بیٹھیں گے اسی طرح جمیعت علمائے پاکستان نورانی گروپ کے ارکین بھی اپوزیشن میں شامل ہو گئے ہیں

○ سرحد میں مخلوط حکومت قائم کرنے کیلئے آئی جے آئی اور اے این پی کے درمیان معاہدہ ہو گیا ہے۔

○ نگران وزیر اعظم غلام مصطفیٰ جتوئی نے کہا ہے کہ میں قومی اسمبلی کی نشست چھوڑ کر اپنے حلقے کے عوام کی خدمت کروں گا اُنہوں نے کہا کہ میں پہلا وزیر اعظم ہوں جو اپنے اقتدار کی مدت پوری کر کے عزت و احترام سے واپس جا رہا ہوں۔

غیر ملکی خبریں

○ امریکی کانگرس کے اراکین نے کہا ہے کہ ایٹمی مسئلے پر صرف پاکستان پر کیوں خاص طور پر پابندیاں لگائی جا رہی ہیں۔ جبکہ ایسے ہی معاملات کے بارے میں بھارت اور اسرائیل پر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی۔ اس بارے میں ہماری پالیسی واضح ہونی چاہیئے۔

○ خلیج کے علاقے میں امریکی فوجوں کے کمانڈر جنرل نارمن نے خبردار کیا ہے کہ امریکہ اور اس کے حلیف ملکوں کی فوج عراق کا نام و نشان مٹا سکتی ہے۔ مگر ایسا کرنا علاقائی سلامتی کے حق میں نہ ہوگا۔

○ امریکی سینیٹروں نے ویت نام سے تجارتی پابندیاں ختم کر کے تجارت کا سلسلہ بحال کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

○ ایک امریکی ترجمان نے یورپی ملکوں کے عوام کو متنبہ کیا ہے کہ وہ اپنے عزیزوں سے کرسمس کے موقع پر ملنے کے لئے جانے کی عراقی دعوت قبول نہ کریں۔ یہ ایک سنگین مذاق ہے۔ اس سے عراق یورپی باشندوں کی ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتا ہے۔

○ بھارت میں بابری مسجد کے تنازعے پر تشدد کے مزید واقعات کے بعد صورتحال اور زیادہ سنگین ہو گئی ہے۔ اتر پردیش کے کئی شہروں میں کرفیو نافذ ہے۔ میرٹھ مظفر نگر غازی آباد اور بجنور کے علاقے میں چھرا گھونپنے اور آگ لگانے کے مزید واقعات کی اطلاع ملی ہے۔ گذشتہ چند دنوں میں اتر پردیش کے شہروں میں ۶۰ افراد مارے جا چکے ہیں۔

○ انتہا پسند ہندوؤں نے بھارتی وزیر اعظم مسٹر وی۔ پی سنگھ کی قیام گاہ پر بھی حملہ بول دیا۔ پولیس نے مشتعل مظاہرین کو منتشر کرنے کے لئے آنسو گیس استعمال کی۔

○ اسرائیلی فوجیوں کے ساتھ جھڑپ میں پانچ فلسطینی زخمی ہو گئے۔

قدرت ثانیہ کے مظہر اوّل کے مشہور شاگرد حضرت حکیم نظام جان کا

مشہور دواخانہ رجسٹرڈ

بے اولاد۔ نرینہ اولاد سے محروم

اٹھراء۔ بچوں کا سوکھا پن

گوجرانوالہ فون ۴۸۴۴، ربوہ فون ۹۰۶

قلعہ کالروالہ، ملتان، کراچی